عرفان الٰہی اور اسکے حصول کا طریق

حضرت اولوالعزم کی تقریر جلسہ سالانہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت کی ناسازی اور کثرت کلام سے روکنے کے طبی مشورے پر چند اس امر کی اجازت نہ دیتے تھے کہ آپ کوئی لمبی تقریر کریں اور خود حضرت کا بھی ان حالات کے ماتحت یہی منشا تھا کہ لمبی تقریر نہ کریں گے بلکہ قرآن مجید کا درس دیں گے۔ چنانچہ پروگرام میں یہی شائع کیا گیا تھا۔

مگر میں جانتا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ضرور تقریر کریں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ قوم جو انبیاء علیہم السلام اور آپکے خلفاء کی قوم ہوتی ہے۔ وہ اپنی زندگی کے ہر لحظہ اور لمحہ کو نہایت ہی قیمتی سمجھتی ہے اور کسی موقعہ کو جو تبلیغ اور پیغام حق کے پہنچانے کا انہیں ملے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے خدا تعالیٰ کے محض فضل نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک لمبا زمانہ اس طرز عمل کے مشاہدہ کا دیا۔ پھر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور اب خلیفہ ثانی کا عہد خلافت دیکھ رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی علالت کے ایام میں بھی تبلیغ و تعلیم کے کسی موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے حضرت خلیفہ اول کا بھی یہی طرز عمل تھا۔

گذشتہ دسمبر کے ایام کرسمس میں باوجودیکہ جلسہ ملتوی کیا گیا

(از احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر ہیڈ ماسٹر و پرنٹر چھپا)

اور آج میں تمھیں دے رہا ہوں اسکو تم کسی کتاب میں نہیں پاؤگے

کیوں اور کس لیے

یاد رکھو ابتدائی محاسبہ یہ ہے کہ عمل سے پہلے سوال کرے کہ یہ کام کیوں کرتا ہوں اس سوال کے جوش سے انسان کا بہت سا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا اور وہ تحریکات جو کسی ایسے عمل کے لیے ہوئی تھیں دب جائیں گی یا اگر وہ نیک کام ہے تو اسکی تحریک میں ایک اور قوة پیدا ہو جائے گی۔

اس قسم کی متعلق عبادة بن صامت کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کوئی نصیحت کرو تو آپ نے فرمایا کہ اعمال کے متعلق فرمایا کہ اعمال کے متعلق سوچ لیا کرو۔ کہ

کیوں کرتا ہے؟

اور اگر عمل شروع کر دے تو درمیان میں سوال کرے کہ کس طرح کرتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں بھی جب وہ اسباب کو ذرا لحاظ پر نظر کرے گا جو اس عمل کے لیے اسنے مہیا کیے ہیں تو اسکے جوش میں بہت کچھ اصلاح کی توقع ہے اگر کوئی ایسے اسباب ہونگے جو اس عمل کی نوعیت کو بدل دینے والے ہیں تو انکی درستی ہو جائے گی۔ اور آخری حالت میں محاسبہ کی یہ صورت ہے کہ دیکھے اس فعل کا اثر دل پر کیا ہوا ہے؟ اگر اس کا اثر دل پر اچھا نہیں ہوا تو آئندہ اسکو ترک کر دے گا۔ بس محاسبۂ اعمال کے لیے کیوں۔ کس طرح۔ اور کیا اثر ہے؟ کے سوال ضروری ہیں

(۵) اوقات محاسبہ اعمال

محاسبۂ اعمال کے لیے تعین اوقات بہت ہی مشکل کام ہے یہ کہ ماہوار محاسبہ ہو یا سالانہ۔ تو یہ آسان نہیں روزانہ بھی اگر لکھنا چاہے تو ہزاروں لکھ لے اسلیے یہ بہت ہی مشکل کام ہے کیونکہ محاسبہ کسی ایک عمل کے متعلق تو کرنا نہیں۔ بلکہ تمام اعمال کے متعلق ضروری ہے اس لیے کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے جس سے محاسبہ آسان ہو جائے میں اس کے متعلق کچھ تدبیر بتاتا ہوں۔ جو خدا کے فضل سے بہت آسان ہیں۔

پہلی ترکیب

سب سے پہلی ترکیب یہ ہے کہ اعمال کو تقسیم کر لیں اور انکو بانٹ لیں یعنی اعمال کو بلحاظ نیکیوں اور بدیوں کے تقسیم کر لے اسکی ایک موٹی تقسیم یوں ہوگی (۱) اعمال متعلق خدا (۲) اعمال - متعلق مخلوق (۳) اعمال - متعلق نفس خود۔

پھر ان اعمال میں سے بعض اوامر ہونگے اور بعض نواہی۔ انہیں سے پھر ہر ایک کی چار صورتیں ہونگی۔

اول۔ جس کام کے کرنے یا نہ کرنے سے اسکو بھی اور دوسروں کو بھی نا امید ہوتا ہے اس قسم کے اعمال کے محاسبہ میں اسکو دیکھنا ہوگا کہ کوئی ایسا کام رہ تو نہیں گیا۔ یا ایسا کام میں نے کر تو نہیں لیا۔ جسکے کرنے ہی سے میرا اور دوسروں کا فائدہ تھا۔

دوم۔ ایسے اعمال جن میں میرا نفع تو نہ تھا مگر دوسرے کا تھا

سوم۔ ایسے اعمال میں میرا نقصان تو نہ تھا مگر دوسرے کا نقصان ہوتا تھا۔

چہارم۔ ایسا کام جس میں میرا نقصان تھا مگر دوسرے کا نفع تھا۔ اسی طرح نواہی کی تقسیم ہو سکتی ہے۔

اس طرح پھر اعمال کی تقسیم جب اوامر و نواہی کے رنگ میں ہو کر دیکھا جاویگا کہ اس عمل میں یہ مندرجہ بالا چار صورتوں میں کونسی صورت ہے اور کسی صورت کی حالت میں کوئی نقص تو نہیں رہ گیا تو نہ صرف اس سے نیک اعمال کی توفیق ملے گی۔ بلکہ ان میں ایک خوبی پیدا ہوتی جائے گی۔ اعمال کی اس تقسیم اور ترتیب کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اس طرح پر نیکی اور بدی کی

جڑ اور شاخوں کا علم ہو جاتا ہے

دوسرا آسان طریق

اعمال کی تقسیم کے بعد دوسری چیز جو محاسبہ کو آسان کر دیتی ہے

اور جس سے انسان روزانہ اس کا فیصلہ کر سکتا ہے سو وہ

قرآن کریم کی تلاوت ہے

روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت جس قدر اوامر اور نواہی آویں ان پر غور کرو کہ ان اوامر کو کیا ہے یا نہیں کوئی امر ترک تو نہیں ہوا۔ پھر جسقدر نواہی ہیں اور ان سے رکنے کا حکم تھا۔ ان میں سے کسی کا ارتکاب تو نہیں کیا۔ ہر امر اور نہی کو اپنے وجود پر چسپاں کر کے دیکھیں اور جہاں نقص اور کمزوری ہو اسکی اصلاح کریں۔ اس طریق پر محاسبہ بہت آسان اور مختصر ہو جائیگا کیونکہ اوامر اور نواہی کی کوئی بہت لمبی فہرست روزانہ تلاوت میں نہیں آئے گی۔ بہت تھوڑی تعداد ہوگی اور اسپر آسانی سے غور ہو سکتا ہے۔

ہاں

اس میں ایک احتیاط کی ضرورت ہے کہ اپنے نفس میں تفصیل بھی کریں صرف ایک پہلو کو دیکھکر نہ چھوڑ دیں اس سے پھر وہ اصل مقصد پورا نہ ہوگا جو امر یا نہی میں آوے۔ اسکی خوب تشریح کرو اور اپنے نفس میں اسکو تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کرو

گناہ کی تعریف آسانی سے کیونکر معلوم ہو

گناہ کی تعریف اور اسکی شناخت میں ایک مغالطہ لگتا ہے بعض اوقات انسانی نفس دھوکہ دے جاتا ہے۔ اسلیے گناہ کی تعریف اور شناخت کے لیے میں ایک آسان طریق بتاتا ہوں۔ اپنے نفس پر گناہ کی کبھی تعریف نکرو۔ بلکہ جب تم کو کسی کی کوئی بات بری معلوم ہو تو اسے لکھ لو وہی گناہ ہوگا انسانی نفس گناہ کے لیے غیرت رکھتا ہے اسواسطے دوسروں میں جو چیز بری معلوم ہوگی وہ آسانی سے پتہ لگ جائیگا۔ اسی طرح نیکی کی تعریف معلوم کر لو

تیسری ترکیب

جب اوامر اور نواہی کا علم ہو گیا تو پھر ان پر غور کرنے کی عادت ڈالے پھر اس سے نفس میں طاقت پیدا ہوگی۔ گویا ان اوامر اور نواہی کی کیفیت کو اپنے اندر داخل کرنے کی کوشش کرے۔

چوتھی بات

سادہ قبولیت انسان کے اندر ہو (ہ) اظہار غلطی پر برداشت اور تنبیہ ہو جب کوئی شخص اس کی غلطی بتائے تو اس سے برافروختہ نہ ہو۔ بلکہ اسپر برداشت کرے۔

ہاں یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص کسی کی اسکی غلطی پر آگاہ کرے اسکی غرض اپنے بھائی کو ایک غلطی سے نکالنا اور نیکی پر قائم کرنا ہو یہ مقصود نہ ہو کہ اسکو خواہ نخواہ رسوا کرے۔ اس بات کی احتیاط نہ کرنے سے بعض اوقات بہت برے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اصلاح کی بجائے وہ شخص اپنی بدی پر مصر ہو جاتا ہے اور پھر اصلاح کا کام بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

اخلاص اور خیر خواہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ علیحدگی میں سمجھا کر اسکی غلطی پر متنبہ کرے۔ اور ایسے طریق پر جو لطف سے اصلاح کیطرف لے جاوے۔

پانچویں بات

نا امیدی نہ ہو۔ کامیابی کا یقین ہو۔ اور خدا پر پورا بھروسہ اور توکل ہو جب مایوسی ہوتی ہے تو انسان اپنی ہمت اور کوشش کو نہ صرف ترک کر دیتا ہے بلکہ اسکے اندر جوش اور ہمت پیدا ہی نہیں ہوتی یہ قوۃ گویا مر ہی جاتی ہے لیکن جب کامیابی کا یقین ہو اور خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اور توکل ہو تو قوۃ اور جرأت پیدا ہو جاتی ہے اور جس جس قدر زیادہ مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اسی قدر ہمت اور قوۃ پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ اپنے نفس پر بدظنی نہ کرے کہ میں کچھ نہیں کر سکتا یا دھوکہ میں تکبر کی تائید نہیں کرتا۔ بلکہ

تحسین الظن علی النفس کی تعلیم دیتا ہوں۔

(باقی آئندہ)

تعویذات اور ٹونے ٹوٹکوں کی طرف مستورات کی توجہ عام ہوتی ہے۔ اور بعض جاہل اور زود اعتقاد مرد بھی اس پر بہت جھکے ہوئے ہوتے ہیں حضرت خلیفہ ثانی نے اسلام نے ایک عجیب اور ... بجا نہ کرنے والے تعویذ پر ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء کو ایک خطبہ پڑھا تھا جو الفضل سے لیکر یہاں درج کر دیا جاتا ہے (اڈیٹر)

ٹونے ٹوٹکے اور جادو کی عالمگیری

حضور نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ فلق کی تلاوت کے بعد فرمایا ہر ایک ملک میں خواہ وہ تعلیمیافتہ لوگوں کا ہو یا جہلا کا اور خواہ اس میں کسی مذہب کے لوگ آباد ہوں۔ عیسائی ہوں یا یہودی۔ مسلمان ہوں یا سکھ زرتشتی ہوں۔ یا اور کسی مذہب کے۔ یہ رواج چلا آتا ہے۔ یا یوں کہو کہ ان میں یہ خواہش چلی آتی ہے کہ ان لوگوں کو ایسے ذرائع مل جائیں جن سے وہ بغیر کسی ظاہری کوشش کے مصائب سے بچ جائیں پرانے زمانہ میں جادو کا رواج تھا آجتک اس کا اثر چلا آتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جبکہ تعلیم اسقدر پھیل گئی ہے۔ اور لوگ عام طور پر قسم قسم کے اوہام سے بچ گئے ہیں۔ پھر بھی جادو کا خیال موجود ہے اسکی ہر دلعزیزی اور اثر اندازی کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ آج جبکہ علوم کے پانیوں نے لوگوں کے سینوں کو دھو دیا ہے۔ پھر بھی اس کا اثر باقی ہے۔ بلکہ سینوں کے اندر گہری طور پر موجود ہے جب ہم تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ پہلے بڑے اہم کا دارومدار ان ہی باتوں پر ہوتا تھا۔ بادشاہ کو اپنی فوج پر اتنا وثوق نہ تھا جتنا کہ کاہن کے منتروں پر۔ جرنیلوں کو اپنی تدبیر اور قوت بازو پر اتنا بھروسہ نہ تھا۔ جتنا کہ بازو پر لٹکے ہوئے تعویذ پر اسی طرح مریض کو طبیب کے بتائے ہوئے نسخہ پر اتنا یقین نہ تھا جتنا کہ ایک پڑھے ہوئے دانہ پر ہوتا تھا۔ عورت کو فرمانبرداری خوش اخلاقی بلکہ خاوند کی خدمتگزاری سے خاوند کو اپنی طرف مائل کر لینے کی اتنی امید نہ ہوتی تھی جتنی بھوج پتر پر لکھے ہوئے چند بے معنی الفاظ یا لکیروں پر غرض جادو اور ٹونے کو زندگی کے ہر ایک شعبہ میں بہت دخل تھا۔ بادشاہوں کی حکومت میں اسکو دخل تھا۔ امور خانہ داری میں اس کا دخل تھا۔ عورت و مرد کے تعلقات میں اس کا دخل تھا۔ دوستوں کی دوستی میں اسکا دخل تھا۔ اور آج بھی حقیقت سے ناواقف لوگ سب سے یہی سوال کرتے ہیں کہ کوئی ایسا منتر بتایا جائے جس سے دشمن زیر ہو جائے کوئی ایسا منتر ہو جس سے محبت کا سکہ خاوند کے دل میں جم جائے کوئی ایسا تعویذ ہو جس سے سب مشکلات اور دقتیں دور ہو جائیں وہ کوشش کرنے کو بناوٹ اور سعی کو دھوکہ اور محنت کو وہم خیال کرتے ہیں ان کے نزدیک اگر کسی بات میں حقیقت ہے تو وہ منتر میں ہے۔ کیونکہ اس سے ان کے خیال میں بغیر کوشش اور جدوجہد کے دشمن زیر ہو جاتا ہے اور ہر ایک مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

یورپ میں جادو کا اثر

پس معلوم ہوا کہ منتروں کا اثر لوگوں کے نزدیک بہت بڑا اثر ہے۔ یورپ کے لوگ جنھوں نے اس قسم کی آزادی حاصل کر لی ہے کہ اپنے خدا کے بھی قائل نہیں رہے۔ انھوں نے مسیح کی پیروی سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا۔ گرجے کی حکومت کے جوئے کو پرے پھینک دیا ہے۔ مگر ٹونے اور منتروں سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ یورپ نے خدا سے انکار کیا۔ خدا رسولوں کو چھوڑ دیا۔ اور خدا کے رسولوں کی کتب سے روگرداں ہوا۔ لیکن اگر نہیں آزاد ہوا تو منتروں کی حکومت سے آزاد نہیں ہوا چنانچہ اسی جنگ کے دوران میں جو مختلف جرنیلوں کی رپورٹیں شائع ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ

مارے گئے ۔ ان میں اکثر اشخاص کے بازوؤں پر تعویذ بندھے ہوئے تھے گویا خدا کے منکر رسولوں کے منکر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تعویذ کے ذریعہ موت سے بچ جائیں گے ۔

امریکہ میں بھائی مذہب پھیلنے کی وجہ

تو ان باتوں کا اب بھی ایسا گہرا اثر ہے کہ علوم کی ترقی بھی اسکو مٹا نہیں سکتی ۔ میں نے ابھی پچھلے دنوں "بھائیوں" کی ایک کتاب پڑھی ہے ۔ اس میں لکھا ہے کہ امریکہ میں اس مذہب کی اشاعت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں داخل ہونے والے کو ایک خفیہ نام دیا جاتا ہے ۔ اور اس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ نام بہت پر اسرار اور بڑا اثر والا ہوتا ہے ۔ اس کتاب کا مصنف لکھتا ہے ۔ کہ میرے جی میں بھی آتا ہے کہ اس نام کے لیے بھائی ہو جاؤں ۔ لیکن میں چونکہ درحقیقت اس مذہب کو سچا نہیں جانتا ۔ اسلیے منافقت سے داخل ہونیکو پسند نہیں کرتا ۔ بھائیوں میں رواج ہے کہ جب کوئی ان میں داخل ہو تو وہ اسکو ایک نام دیتے ہیں ۔ وہ عربی زبان کا کوئی لفظ ہوتا ہے مثلاً جو شخص اچھا لکھنے والا ہو اُسکو "سلطان القلم" نام دیا ۔ چونکہ وہ لوگ عربی نہیں جانتے اس لیے خیال کرتے ہیں کہ یہ کوئی خاص اثر رکھنے والا خفیہ نام ہے ۔ اس کے ذریعہ ہم تمام آفات سے بچ جاوینگے ۔

اسلام کا ایک تعویذ

اسلام نے ان توہمات کو مٹایا ہے اور اس قسم کے خیالات کی تردید کی ہے ۔ لیکن اصل حقیقت کو برقرار اور قائم کر دیا ہے ۔ اور اسلام کی یہی خوبی ہے کہ ہر بات میں وسطی طریق اختیار کرتا ہے ۔ جھوٹی باتوں کو رد کرتا ہے اور سچ کو برقرار رکھتا ہے ۔ جہاں تک بنانا مفید ہوتا ہے ۔ بناتا ہے اور جتنا مٹانا ہوتا ہے ۔ اسی کو مٹا دیتا ہے ۔ تو اسلام نے بھی) ایک جادو اور تعویذ بتایا ہے ۔ لیکن اس میں اور عام لوگوں کے سمجھے ہوئے جادو میں بڑا فرق ہے

لوگ جو تعویذ بتلاتے ہیں ۔ وہ بے معنی اور بے اثر ہوتے ہیں ۔ مگر اسلام نے آفات سے بچانیکے لیے جو گر بتایا ہے ۔ اس میں طاقت ہے ۔ کہ اگر اسپر انسان عمل کرے اور اسکی تکرار کرے تو بہت سے فتنوں سے بچ جاتا ہے ۔ لوگوں کے جادو محض لکیریں اور ہندسے اور اشارات ہوتے ہیں مگر میں آج اسلام کا ایک ایسا کلمہ بتاتا ہوں جسپر عمل کرنیسے انسان بلاؤں سے بچ جاتا ہے ۔ فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر پڑھتا ہوں ۔ جو تمام خوبیوں کا جامع ہے اور تمام نقصوں سے پاک ہے ۔ الرحمن وہ ایسی ہستی ہے جو بغیر کوشش کیے انسان کے وہم و خیال میں بھی جو کچھ نہیں ہوتا ہے دیتی ہے ۔ الرحیم بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جب اسکے فضل کے ماتحت دیئے ہوئے سامانوں کو انسان استعمال کرے تو اپنے فضلوں کو دوبارہ اسپر نازل فرماتا ہے ۔ میں ایسے خدا کا نام لیکر جو ایسی صفتوں والی اور ایسی شان والا ہے ۔ شروع کرتا ہوں ۔ آگے فرماتا ہے

سورہ فلق کی تفسیر

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں پناہ مانگتا ہوں ۔ بِرَبِّ الْفَلَقِ اُس خدا کی ۔ جو تمام مخلوقات کا رب ہے ۔ فلق کے معنی ہیں ۔ ہر چیز جو خلق ہوئی ۔ خدا تعالیٰ کی تمام چیزیں اس میں داخل ہیں ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ مخلوق نہیں ہے بلکہ وہ خالق ہے تو کس کی پناہ مانگتا ہوں ۔ اُس ذات کی جو تمام مخلوق کا رب ہے کوئی چیز خواہ وہ زمینوں میں ہو خواہ وہ آسمانوں میں اسکی ربوبیت سے باہر نہیں ۔ پس وہ ہستی جس کی ربوبیت کی تمام چیزیں پہلے بھی محتاج تھیں ۔ اب بھی ہیں اور آئندہ بھی رہینگی ۔ ایسے خدا کی میں پناہ ڈھونڈتا ہوں ۔

کس بات کی پناہ ڈھونڈتا ہوں ؟ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ان تمام چیزوں کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں ۔ گو بہت سی مخلوق ہو گی ۔ جس کے پاؤں ہاتھی سے بڑے ہونگے ۔ لیکن یہ کہدینے سے کچھ بھی باہر نہیں رہتا کہ جو کچھ

خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس تمام کی بدی اور شر سے پناہ چاہتا ہوں پھر فرمایا من شر غاسق اذا وقب ایک عام بدی ہوتی ہے اور ایک خاص بعض اوقات شر خاص رنگ میں جوش مارتا ہے۔ جیسے بیماریاں وبا کے طور پر پھیلتی ہیں۔

غاسق رات کو کہتے ہیں اور وقب جب اسکی تاریکی پھیل جاتی ہے اسلیے اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں نہ صرف معمولی مرضوں سے بلکہ ان سے جو عام طور پر پھیلتے اور تمام دنیا پر چھا جاتے ہیں ان سے پناہ مانگتا ہوں۔

پھر فرمایا ومن شر النفثت فی العقد اور پناہ مانگتا ہوں اُن سے جو گرہوں میں بد اثرات پھونکنے والے ہیں ومن شر حاسد اذا حسد اور پناہ چاہتا ہوں حاسد کے حسد سے۔

انسان کو چار حالتوں سے واسطہ پڑتا ہے!

دنیا میں انسان کو ان چار ہی باتوں سے واسطہ پڑتا ہے اور کوئی بشر ان چار سے باہر نہیں رہ جاتا دو تو وہ ہیں جو ترقی و عروج کے متعلق ہیں ایک وقت انسان پر ایسا ہوتا ہے کہ وہ آفات و مصائب میں گھرا ہوتا ہے اور ایک وقت وہ ہوتا ہے جب وہ مصائب سے نکل کر ترقی کے میدان میں چلا جاتا ہے اور خوشی و خرمی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک وقت اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ آفات سے بچنا چاہتا ہے اور دوسرے وقت جب وہ مصائب سے نکل جاتا ہے تو اس آرام کی قیام کی خواہش کیا کرتا ہے پہلے ادنی درجہ ہے اور دوسرا اعلی ایک وقت میں جبکہ جہالت کی زندگی بسر کرتا ہے چاہتا ہے جہالت دور ہو اسکو علوم حاصل ہو جائیں۔ اور جب علوم مل جاتے ہیں تو انکی حفاظت کی فکر ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے ضائع نہ ہو جائے۔ اسی طرح ایک وقت جبکہ بیمار ہوتا ہے۔ کوشش کرتا ہے کہ بیماری دور ہو جائے اور جب بیماری دور ہو جائے تو قیام صحت کیلیے مقویات کا استعمال کرتا ہے۔

اس سورۃ میں ان چاروں درجوں کا ذکر ہے (۱) فرمایا من شر ما خلق۔ وہ بدیاں جو فرداً فرداً پائی جاتی ہیں (۲) جو عام طور پر پھیلکر چھا جاتی اور تباہ کر دیتی ہیں یعنی ایسے فتنے جو اپنی وسعت سے تمام چیزوں کو گھیر لیتے ہیں تو مشکلات کے متعلق ہوا۔

(۳) من شر النفثت فی العقد اب ترقی آتی ہے تمام سامان ترقی جمع ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ فتنہ ان تمام سامانوں کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ دعا کرو کہ میں اس فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ وہ کیا ہوتا ہے؟ یہ کہ سامان عمدہ مل گیا اور ہر قسم کی آسانیاں پیدا ہو گئیں اور درمیانی تمام دقتیں بھی رفع ہو گئیں۔ لیکن آگے فائدہ اٹھانے میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے متعلق فرمایا کہ وہ جو گرہوں میں پھونکنے والی ہیں ان سے پناہ مانگتا ہوں یعنی وہ بداثرات جن کے باعث سامان ضائع ہو کر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ان سے محفوظ رہنے کی التجا کرتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی سامانوں میں جو فتنہ ہو سکتے ہیں اور جن ذرائع سے ہو سکتے ہیں۔ ان سے بچایا جائے پھر فائدہ اٹھانے کے بعد جو خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں ان سے اے خدا ان سے بچا۔ وہ حاسدوں کا حسد ہوتا ہے۔ اسلیے دعا سکھائی کہ حاسدوں کا حسد اور ان کی بد کوششوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ اب بتاؤ ایسی جامع دعا کے بعد کس چیز کی ضرورت رہجاتی ہے اور کونسی مصیبت اور مشکل ہے جو دور نہیں ہو سکتی۔

رسول کریمؐ کی سوتے وقت کی دعاء

یہ وہ دعا ہے جو اسلام نے ہر ایک مومن کو سکھائی ہے۔ اگر اسکا ورد کیا جائے تو انسان بہت سی بلاؤں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سوتے تھے۔ جبتک کہ ان عاؤذ پڑھ نہ لیتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا۔ کہ آپ جب بستر پر تشریف لیجاتے تھے تو سورۃ اخلاص

اور سورہ فلق اور سورۃ الناس کو پڑھکر دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور جسم پر جہاں تک ہاتھ جا سکتا تھا ہاتھ پھیر لیتے اور یہ ہی تین دفعہ کرتے۔ اور اس کے ساتھ اور بھی بعض دعائیں ملاتے تھے۔ اور آیت الکرسی بھی پڑھتے تھے۔ یہ اس شخص کا دستور العمل تھا جس کیلیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا واللہ یعصمک من الناس۔ اور جس کے لیے خدا کی حفاظت ہر طرف سے قایم تھی۔ اس سے خیال کر سکتے ہو کہ لوگوں کے لیے ایسا کرنا کس قدر ضروری ہے۔ جو لوگ دعائیں نہیں پڑھتے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت ہے مگر وہ لوگ اس سے واقف نہیں۔ اگر جانتے تو ضرور پڑھتے لیکن میں آپ لوگوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ قرآن کریم نے ہمیں مصائب و آفات سے بچنے کا یہ گر بتا دیا ہے۔ اور اس سورہ میں تمام جسمانی آفتوں کا ذکر کرتا ہے اور ان سے محفوظ رہنے کا طریق بتایا گیا ہے۔ روحانی آفات ان سے بچنے کا ذکر اگلی سورۃ میں ہے

پس تمام ابتلاؤں سے بچنے کا گر اس سورۃ میں ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ تو انسان کو بالکل ہی اسباب کو ترک کر دینا چاہیے اور نہ بالکل اسباب پر ہی گر پڑنا چاہیے۔ کیونکہ اسباب سے ہرگز ترقی نہیں ہو سکتی جبتک کہ اللہ تعالیٰ پر توکل نہ ہو۔ اور اس کا فضل شامل حال نہ ہو یہ کلمات اسباب ترقی اور حفاظت سے منع نہیں کرتے۔ اصل میں خیالات ہوتے ہیں۔ اگر بیج کھوکھلا ہو تو کبھی عمدہ کھاد اور اچھی زمین اس کو فائدہ نہیں دے سکتی۔ پس اسباب مہیا کرو لیکن باوجود اس کے کامیابی اسوقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ پر توکل ہوگا۔ اور خدا کے فضل کے جذب کرنے کیلیے دعاؤں کی بھی ضرورت ہے۔

اس سورہ کے پڑھنے کی وجہ

میں نے جو آج یہ سورت پڑھی ہے۔ اسکی خاص غرض ہے۔ اور وہ یہ کہ جیسا کہ مختلف اخباروں سے معلوم ہو رہا ہے۔ پچھلے دنوں میں جو مرض پھیلا تھا۔ وہ آجکل پھر بعض مقامات پر پھوٹ رہا ہے اور یورپ میں تو اسدفعہ قیامت کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ لکھا ہے کہ ہسپتال اسقدر مریضوں سے پُر ہیں کہ بہت مریض ہسپتالوں کے سامنے پڑے پڑے مر جاتے ہیں۔ اور ان کے لیے علاج کرنے کا موقع اور ہسپتال میں داخل کرنے کیلیے جگہ نہیں مل سکتی۔ ڈاکٹر دستیاب نہیں ہوتے اور شفاخانوں میں کہدیا جاتا ہے کہ گنجائش نہیں ہے۔ وہاں ایسا سخت حملہ ہے کہ پہلے تو بعض مریض بچ بھی جاتے تھے مگر اب شاید ہی کوئی بچتا ہو۔ ہندوستان کے بعض حصوں میں بھی یہ مرض شروع ہے۔ پنجاب میں بھی ہے مگر تاحال زور اور وبائی صورت نہیں ہے۔ طاعون بھی ہندوستان میں شروع ہے اور یہ اسکے خاص دن ہیں۔

پچھلی دفعہ بھی مرض یہاں آیا تھا کہ میں نے ایک خطبہ میں ہوشیار کیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس سے فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ دیکھو خدا تعالیٰ سب کا رب ہی کیونکہ رب الفلق ہے۔ اسنے ہر ایک چیز پیدا کی ہوئی ہے۔ اس لیے جب تک اسی سے ہر ایک چیز کے شر سے بچنے کی التجا نہ کی جائے اور وہی ان کے شر کو نہ روکے اور کوئی صورت محفوظ رہنے کی نہیں ہے۔ پنجابی کا ایک مشہور فقرہ ہے "جے تو اسداں ہو رہیں تاں جگ تیرا ہو" یعنی اگر تو خدا کا ہو جائے تو تمام دنیا تیری ہی خادم ہو جائے گی پس اگر انسان خدا کیلیے ہو جائے اور خدا اسکا ہو جائے تو پھر تمام مخلوق اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ دنیا میں بادشاہ سے جسکا تعلق ہو اور حکمران جس پر مہربان ہو لوگ اسکی خوشامدیں کرتے اور اسے نقصان پہنچانے سے ڈرتے ہیں۔ پھر کیا خدا ہمارا ہو جائے تو کوئی آفت ہمارا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

پس اگر اور لوگ بلاؤں اور آفتوں سے ہلاک ہوتے ہیں تو انھیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ان کو ان بلاؤں سے بچنے کا علم نہیں ہے۔ لیکن اگر تم پر مصیبت آتی ہے۔ تم اگر آفتوں میں پڑتے ہو تو یہ بات قابل تعجب ہے۔ کیونکہ تمھیں ان سے بچنے کا طریق بتایا گیا ہے۔ کچھ مصائب اور ابتلا تو ترقی کے لیے ہوتے ہیں۔ جن سے گزرنا تمھارے لیے ضروری ہے۔ مگر

الٰہی سلسلوں کے لیے وبائیں نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ طاعون احمدیوں میں وبا کے طور پر نہیں آئے گی۔ مختلف شکلوں میں فرداً فرداً تکلیفیں آتی ہیں مگر ایسی مصیبت جو تباہ کن ہو خدا کی پیاری جماعت کو نہیں آیا کرتی۔ چونکہ تم خدا کی راہ میں قدم مار رہے ہو اور اسکے دین کی اعانت کر رہے ہو۔ اسلیے یہ تم مت خیال کرو کہ تم بے بس اور بیکس ہو۔ اگر تمہارے ساتھ خدا ہے تو کوئی چیز تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مگر اپنی حالت کو درست کرو تمہیں سامانوں سے منع نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس سے روکا جاتا ہے کہ بالکل سامانوں پر ہی نہ گر پڑو۔

مایوسی کفر ہے

جب مصائب عام ہوں تو ان کے دور ہونیکے لیے دعائیں بھی عام ہوتی ہیں۔ ہاں ایسے وقت میں ہوشیار سب کو کر دیا جاتا ہے۔ اور ہلاکتوں سے وہی بچائے جاتے ہیں۔ جو ہوشیار ہو جاتے ہیں پس اسوقت ہر ایک کو تبدیلی کرنے کی ضرورت ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ بہت لوگ مایوسی کے سبب ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مگر تم وہ ہو جنھوں نے خدا کے فضل کے دامن کو پکڑا ہے۔ اسلیے تمھارے لیے کوئی مایوسی نہیں اگر تم پر خدانخواستہ کوئی مشکل آئے تو مت یقین کرو کہ وہ تمہیں تباہ کرے گی۔ کیونکہ تمہارا اس خدا سے تعلق ہے جو واقعی تمام ہلاکتوں سے بچا سکتا ہے۔ مایوسی تو ایسی بری چیز ہے کہ انسان کو کافر بنا دیتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انہ لا ییأس من روح اللّٰہ الا القوم الکٰفرون۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔ پس مایوسی ایسی چیز ہے کہ ایمان گھٹتے گھٹتے کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے تم کسی وقت میں اپنے آپ کو مایوس نہ ہونے دو۔ اور خدا پر توکل رکھو۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا یقین اور اسکے عناد کا خوف ہو۔ اور پھر دعاؤں پر زور دو جب یہ بات انسان میں پیدا ہو جائے تو پھر کوئی ہلاکت اسپر اثر نہیں کر سکتی یہ دعائیں ہیں جنکو استعمال کرو۔ انکے ساتھ وہ دعائیں بھی ہیں جو حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں۔

(اتنا فرما کر حضور بیٹھ گئے جب دوسرے خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا)

ایک رویا

میں نے ایک دفعہ رویا دیکھی شاید حضرت مسیح موعود اسوقت زندہ تھے میں اور کچھ اور آدمی کشتی میں سوار تھے اور ایک بہت بڑے سمندر میں چلے جا رہے تھے کہ سخت طوفان آیا۔ اور کشتی چلتے چلتے بھنور میں پڑ گئی۔ بہت کوشش کی اور چپو چلائے کہ کسی طرح کشتی اس بھنور سے نکل جائے مگر جوں جوں ہم کوشش کرتے تھے وہ اسی قدر زیادہ بھنور میں پڑتی جا رہی تھی۔ ہم اسی طرح زور لگاتے رہے اور ہماری حیرانی بڑھتی جا رہی تھی کہ ایک آدمی نے کہا کہ یہاں ایک پیر کی قبر ہے۔ اگر اس سے دعا کیجائے تو ہم اس ہلاکت سے بچ سکتے ہیں میں نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا میرے ساتھیوں میں سے بعض کہنے لگے اگر پیر سے دعا کیجائے تو کیا حرج ہے مگر میں یہی کہتا رہا کہ یہ تو شرک ہے ہمیں ڈوبنا منظور ہے مگر یہ شرک ہرگز نہیں کرینگے۔ چونکہ خطرہ دمبدم بڑھ رہا تھا۔ اسلیے میرے روکتے روکتے میرے ساتھیوں میں سے ایک نے کاغذ پر کچھ لکھا اور سمندر میں ڈالنا چاہا میں نے کاغذ کو روک لیا۔ یا کسی اور طرح ضائع کر دیا اور سختی سے کہا کہ یہ شرک ہے ہم شرک نہیں کرینگے جب میں نے یہ کہا تو اسی وقت کشتی اچھل پڑی اور اس گرداب سے باہر نکل آئی۔

مصیبت کے اوقات میں بعض انسان شرک میں پڑ جاتے ہیں مگر اسکی وجہ ناامیدی ہوتی ہے۔ بیشک مصائب آئیں مگر توکل الٰہی کا دامن نہ چھوڑنا چاہیئے [illegible] ہمارا [illegible] کشتی بھنور میں [illegible] تو خدا [illegible] انشاء اللہ [illegible] سے اسکو باہر نکال دے گا۔

✦ ✦ ✦

تھا۔ پھر کثرت سے لوگ آگئے اور حضرت خلیفۃ المسیح نے بھی ایک تقریر فرمائی ہر چند اس موقعہ پر بھی طبی مشورہ نہ تھا۔ لیکن آپنے محسوس کیا کہ لوگ اس غرض کیلیے آئے ہیں کہ کچھ دین حاصل کریں آپنے ایک تقریر فرمائی جسکے دوران میں طبی مشیر نے روکنا چاہا۔ لیکن حضرت نے یہ اظہار تو کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب مجھے اب زیادہ بولنے سے منع کرتے ہیں۔ لیکن اپنی تقریر کے سلسلے کو اسلیے جاری رکھا کہ اسی پورا کر دیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی عادت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ اپنی تقریر کو حصوں میں تقسیم کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ آپ کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اسکو پورا کر دیا جائے

غرض باوجودیکہ آپ کو تکلیف تھی اور طبی مشورے آپکو اجازت نہ دیتے تھے مگر آپ نے

جماعت کی تعلیم و ہدایت پر اپنی صحت کو قربان کر دینا آسان سمجھا

ایسے محسن اور دلی ہمدرد کے لیے بے اختیار ہر دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرصہ دراز تک آپکو سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ کے لیے **زندہ اور تندرست رکھے** آمین۔ آپ کی تقریر کے متعلق کوئی ریمارک کرنا غیر ضروری ہے۔ کیونکہ مضمون کی نزاکت اور اہمیت خود بتائے دیتی ہے کہ یہ کوئی معمولی مضمون نہیں ہے پھر اسپر لگاتار کئی گھنٹوں تک بولنا۔ اور سننے والوں میں کسی گھبراہٹ اور انتشار کا پیدا نہ ہونا اور برابر ان تک آواز کا پہنچتے رہنا یہ خدا تعالیٰ کے فضل و رحم سے

ایک قادر الکلام کا اعجاز ہے۔

آپ کی تقریر کے متعلق آریہ سماج کے معزز اور زبردست اخبار پرکاش کی رائے یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ اور میں اسکو اسلیے یہاں دیتا ہوں کہ احمدی جماعت کو معلوم ہو جاوے کہ اس کی عقیدۃ و ارادۃ کے متعلق مخالفین سلسلہ بھی ایک خاص عظمت محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ پرکاش لکھتا ہے کہ جلسہ میں خاص کشش کا باعث میرزا محمود احمد صاحب کے لیکچر تھے ہمیں احمدی دوستوں کی عقیدۃ اور بردباری کی تعریف کرنی چاہیے کہ میرزا صاحب کے لیکچر پانچ گھنٹہ تک ہوتے رہے اور وہ سنتے رہے۔ آریہ سماج کے اندر بڑے سے بڑا اویا کھتا دیکھا (؟) بھی یہ ہمت نہیں رکھتا کہ

حاضرین کو پانچ گھنٹوں تک بٹھا سکے

یہاں تو لوگ ایک گھنٹہ میں اکتانے لگ جاتے ہیں۔ ہم اپنے احمدی دوستوں کو انکے جلسہ کی کامیابی پر مبارک باد دیتے ہیں۔"

معزز معصر کی اس صاف اور بے لوث رائے پر میں اسکا شکر ادا کرتا ہوں۔ احمدی جماعت کی عقیدۃ وارادۃ کے علاوہ ایک خاص چیز ہے جس کا اشارہ خود پرکاش نے کیا ہے۔ وہ

حضرت خلیفۃ المسیح کی زبردست شخصیت

ہے اور آپ کو اپنے کلام پر ایسی قدرت اور حکومت ہے کہ وہ اپنے سننے والوں کو جسقدر عرصہ تک چاہیں محویت کی حالت میں رکھ سکتے ہیں۔ لاہور کے حال کے دونوں پبلک جلسے اس امر کی زبردست شہادت ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ ایسی اہم تقریریں عموماً آپنے حالت مرض میں کی ہیں۔

کانپور کے ایک جلسہ میں جو ۱۹۱۲ء میں ہوا اور آپنے خصوصیات سلسلہ پر ...... لیکچر دیا۔ رات کا وقت اور گرمی کا موسم تھا۔ اور آپ کو بخار ہو رہا تھا آپ صرف عذر علالت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے مگر برابر تین گھنٹے تک تقریر کرتے رہے

سب مخالف الرائے مسلمانوں کا مجمع تھا اور وہ بڑے جوش سے جمع ہوئے تھے۔ لیکن جب آپنے تقریر کو ختم کیا تو سننے والوں کی یہ حالت تھی کہ ابھی خاموشی کیساتھ منتظر تھے

کہ اور تقریر کریں گے

آخر میں نے جلسہ کو ختم کرنے کا اعلان کیا اور کہا کہ اب تقریر نہ ہوگی مگر لوگ تھے کہ رات بیٹھے تھے۔ غرض یہ شہادات

میں تو اس سے پہلے متعدد مرتبہ کرچکا ہوں۔ میں احمدی جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اپنے تو خیر مگر غیر بھی اسکے امام کی

قادر الکلامی کو تسلیم کرتے ہیں۔

غرض آپ نے عرفان آلہی اور اُسکے حصول کے ذرایع پر تقریر شروع کی جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں اس تقریر کے نوٹ اپنے رنگ اور طرز پر درج کرونگا۔ تمہید تقریر میں آپ نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ کہ

میری عادت پچھلے سالوں میں جلسہ کے موقعہ پر یہ رہی ہے کہ پہلے دن میں وہ نصائح بیان کیا کرتا تھا جو عام طور پر جماعت کیلیے مفید ہوتیں اور دوسرے دن کسی علمی مسئلہ پر جس کا تعلق جماعت کی علمی اصلاح سے ہوتا تقریر کرتا۔ مگر اس سال بعض واقعات کی وجہ سے یہ ارادہ کیا ہے۔ بشرطیکہ یہ ارادہ اللہ تعالے کے ارادے کے ساتھ مل جائے کہ پہلے اس مضمون کو بیان کروں جو اس دفعہ خاص طور پر میں آپ لوگوں کو سنانا چاہتا ہوں۔ اور عام امور کو دوسرے دن بیان کروں۔

پیشتر اسکے کہ میں اصل مضمون شروع کروں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں کی سخت علالت کی وجہ سے مجھکو چند روز کے لیے لاہور جانا پڑا جہاں متواتر کئی دن تک مجھے گفتگو کرنی پڑی۔ جس کی وجہ سے میری صحت پر بہت اثر پڑا۔ اور اس کی وجہ سے طبیعت بہت کمزور معلوم ہوتی ہے اس لیے میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا کہ چار پانچ یا چھ گھنٹہ تک بول سکوں اب بھی سر میں سخت درد ہو رہا ہے اور سر پھٹا جاتا ہے۔ ابھی دوائی کھا کر کھڑا ہوا ہوں پس میں خیال کرتا ہوں کہ شاید دو گھنٹے تک بھی بیان کر سکوں گا۔

پھر میری آواز بہت کمزور ہے تاہم میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے کوشش کرونگا کہ جہاں تک بلند آواز سے بول سکوں بولوں۔ لیکن اگر بعض لوگوں تک نہ پہنچ

تو اللہ تعالیٰ کی مشیت سمجھیں۔ وہ جسکو چاہتا ہے۔ سناتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محروم رکھتا ہے انسان کو اپنی مرضی کو اُسی کے ماتحت کر دینا چاہیے۔

میں نے پچھلے جلسوں پر ذکر آلہی اور حقیقۃ الرؤیا کے متعلق آپ لوگوں کو اس تحقیقات سے واقف کیا تھا جو مجھے ان کے متعلق ہے۔ لیکن آج ایک اہم مضمون پر بولنا چاہتا ہوں اور وہ ایسا مسئلہ ہے کہ اسکے جانے بغیر انسان کی نجات نہیں ہو سکتی اور وہ "عرفان آلہی" کا مسئلہ ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے جاننے کی ضرورت ہے۔ عرفان و معرفت کے معنی کیا ہیں؟

یہ عربی الفاظ ہیں جو علم کے قریباً مترادف ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ عرفان غور سے پیدا ہوتا ہے اور علم بلے غور کے بھی آجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے لیے عرفان کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ کو فلاں چیز کا عرفان حاصل ہو گیا [illegible] بلکہ خدا کے لیے علم کا لفظ استعمال ہوگا۔

عرفان کے حصول کے ذرائع کیا ہیں؟ سو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سے قواعد ہیں۔ اگر انسان ان پر عمل کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہو سکتا ہے عام طور پر لوگ چاہتے ہیں کہ فوراً بغیر کسی کوشش اور محنت کے عرفانِ آلہی حاصل ہو جائے۔ حالانکہ وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سے معمولی چیز اس طرح حاصل نہیں ہوا کرتی۔ دیکھو جھاڑیوں کے بیر جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مفت میں ملجاتے ہیں وہ بھی اُسوقت تک نہیں ملتے جبتک کانٹوں سے ہاتھ زخمی نہ ہوں بعض لوگ اس قسم کے قصے بیان کیا کرتے ہیں کہ فلاں پیر کے پاس بیٹھنے سے معرفت حاصل ہو گئی۔ لیکن اس قسم کی باتیں قصے کہانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اور واقعہ میں ان

ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ جب نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم نے تجھکو اپنی محبت کی تلاش میں کھویا ہوا پایا۔ تب تجھ کو ہدایت دی۔ تو اور کون ہے جسے بیٹھے بٹھائے اور بغیر محنت کیے خدا کا عرفان حاصل ہو سکے۔ پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمنے بہت دعا کی مگر نتیجہ نہ نکلا۔ انکو یاد رہے کہ بعض کاموں کے لیے محض دعا ہی کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکے ساتھ اور باتوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح عرفان الٰہی کے حصول کے لیے بھی بعض باتوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً اول تو دعا کرے دوسرے اسکے ساتھ کوشش کرے تیسرے صحیح کوشش کرے اور چوتھے وہ کوشش تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ معرفت ایسی کوئی چیز نہیں جو لفظوں میں بیان ہو جائے۔ بلکہ یہ ایک قلبی کیفیت ہے جو لفظوں میں نہیں بتائی جا سکتی۔ ہاں عرفان قلبی کے حاصل کرنے کے ذرائع ہیں اگر ان ذرائع پر عمل کیا جائے تو وہ حاصل ہو سکتی ہے۔

پہلے میں اُن باتوں کو بیان کرتا ہوں۔ جو عرفان الٰہی حاصل کرنے میں روک ہوا کرتی ہیں اول یہ کہ انسان کو بعض باتوں کی نسبت معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بدیاں ہیں اس لیے ان کو چھوڑتا نہیں۔ اور اس وجہ سے اسے حقیقی پاکیزگی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے عرفان الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے اسے یہ تو علم ہوتا ہے کہ فلاں بات بری ہے لیکن موقع پر بھول جاتا اور اسکا ارتکاب کر لیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ موقعہ پر اسے یاد تو ہوتا ہے کہ فلاں بات بُری ہے لیکن اس کا نفس اسے کرنے پر مجبور کر دیتا ہے پہلی قسم کے لوگوں کو چھوڑ کر جنھیں علم ہی نہیں ہوتا کہ فلاں بدی ہے۔ باقی دو کے متعلق ایک اصولی بات بیان کرتا ہوں۔

دنیا میں آجتک اس بات کو بہت کم سمجھا گیا ہے۔ بلکہ انبیا اور اولیا کو علیحدہ کر کے میں کہہ سکتا ہوں کہ اور کسی نے سمجھا ہی نہیں کہ بہت سی شرعی بدیاں ایسی ہیں جن کا ارتکاب کرنے والا جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جسم اور روح کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ ایک کی چھوٹی سی چھوٹی بات کا دوسرے پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے مجھے خاص علم دیا ہے۔ اور وہ ایسا عظیم الشان علم ہے کہ جب پیش کیا گیا تو انشاء اللہ دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیگا یہ کوئی نیا علم نہیں۔ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا اور اسپر عمل کرایا ہے۔ مگر افسوس لوگوں نے اسے سمجھا نہیں۔ اب خدا نے مجھے وسیع طور پر دیا ہے۔ اور میں نے اسکے متعلق تحقیقات کی ہے۔ جس میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ گناہوں کی اس قسم کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ کہ فلاں قسم کے گناہ کرنے والوں کو ڈاکٹروں کے پاس جانا چاہیے۔ فلاں قسم کے گناہگاروں کو بزرگوں کے پاس۔ اس علم کا دروازہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے کھولا ہے اور آپکے بعد آپکے خلفاء اسکو اور زیادہ وسیع کریں گے میں نہیں جانتا کہ مجھے اس کو وسعت دینے کا موقعہ ملے یا نہ ملے۔ اب بھی میں دوائی کھا کر تقریر کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔

اس تمہیدی تقریر کے بعد **عرفان الٰہی** اور اُسکے حصول کے ذرائع پر آپنے ایک لمبی تقریر فرمائی جو قریباً ۲ گھنٹہ میں ختم ہوئی اسکا خلاصہ اور مفہوم جو میں نے نوٹ میں لکھا ہے حسب ذیل ہے۔

عرفانِ الٰہی کیا ہے؟

عرفان کیا ہے؟ عرفان ایک قلبی کیفیت ہے جو الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتی۔ البتہ اسکے آثار اور نتائج سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس شخص کو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی ہے۔

عرفان کے حصول کے صحیح ذرائع کیا ہیں؟

عرفان کے حصول کیلئے مندرجہ ذیل ذرائع ہیں۔

اولاً ضروری ہے کہ مناسبت پیدا ہو اس لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنیکے لیے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ ایک مناسبت پیدا کرے اور اس رنگ میں اپنے آپ کو رنگین کرے۔ وہ مناسبت جو صفات الٰہیہ سے انسان پیدا کرے گا اُسکی حقیقت

تخلقوا باخلاق اللہ

کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو جب انسان اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ اپنے اندر خدا تعالیٰ کا صفاتی جلوہ پیدا کرتا ہے اور اس طریق پر گویا

خدا تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے۔

اخلاق الٰہیہ سے مراد صفات الٰہیہ ہیں جس جس قدر انسان پر صفات الٰہیہ کا پرتو پڑے گا اُسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا مشاہدہ کرے گا اور **کامل عارف** وہ ہوگا جو جمیع **صفات الٰہیہ کی تجلّی** اپنے اندر لیگا اب سوال ہوتا ہے کہ **صفات الٰہیہ کیونکر حاصل کرے؟** اسکے لیے ضروری ہے کہ اولاً...... **صفات الٰہیہ** کا علم حاصل کرے اور اس علم کے ساتھ ان صفات کی ایک کیفیت اپنے ذہن میں پیدا کرے۔

یعنی صفات الٰہیہ کے معانی مع الکیفیت معلوم ہوں۔

صفات الٰہیہ کے علم کے بعد نیکی اور بدی کی ایک معرفت پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان سمجھ لیتا ہے کہ صفات الٰہیہ کے مطابق جو اعمال ہیں وہ نیکی ہیں اور یہ وہی چیز ہے جس کا نام **قرآن کریم میں اوامر ہے** - اور وہ اعمال جو صفات الٰہیہ کے خلاف ہوں وہ بدی ہے - اور قرآن کریم میں اس کا نام **نواہی ہے** -

پس صفات الٰہیہ کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے پہلی بات یہ ہے کہ صفات الٰہیہ کا علم مع الکیفیت پیدا ہو۔ اسکے ساتھ ہی نیکی اور بدی کی معرفت پیدا ہوگی۔ پس جب نیکی اور بدی کا علم ہو گیا تو نیکی کو جو صفات الٰہیہ کے موافق ہے اختیار کرے۔ اور بدی کو ترک کرے۔ لیکن اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجودیکہ نیکی اور بدی کا علم ہوتا ہے مگر عملی حالت پیدا نہیں ہوتی تو اس کا **تدارک کیا ہے؟**

جاننا چاہیے کہ عملی حالت پیدا ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔ اول بعض امور کا علم تام نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسی حالت میں علم تام حاصل کرنا چاہیے۔

دوم دو قسم کے امور ہوتے ہیں ایک تو حفاظت کے لیے ہوتے ہیں اور ایک زینت اور حسن پیدا کرنیکے لیے اگر زینت کا کوئی پہلو رہ جائے تو حرج نہیں ہوتا لیکن جو امور حفاظت کے لیے ضروری ہیں اگر وہ حاصل نہ ہوں تو نقص رہ جائیگا اسلیے وہ تمام امور جو **صفات الٰہیہ** کے لیے بطور حفاظت ہیں انکو کبھی ترک نہ کیا جاوے اور اسکے لیے یہ ضروری ہے کہ **نیکیوں اور بدیوں** کا پورا علم ہو۔ اگر کسی حصہ میں بھی نقص ہوگا تو وہیں وہ نقص خرابی کا موجب ہو جاوے گا۔

ہاں بعض وقت انسان کو نیکی اور بدی کا پورا علم بھی ہوتا ہے لیکن کبھی بدی کے عمل کیوقت ایسا جوش پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ علم مفقود ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ایسی حالت ہوتی ہے کہ علم بھی ہوتا ہے اور یاد بھی رہتا ہے لیکن جوش اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بدی کے مقابلہ کی طاقت سلب ہو جاتی ہے اور ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ ایسی حالتوں میں

انسان کس طرح بچ سکتا ہے؟

یہ ایک وسیع علم ہے جو **خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے** اور میں جانتا ہوں کہ اسکے علم سے دنیا کی اصلاح کے کام میں

عظیم الشان تغیر ہو گا۔

بعض بدیاں شرعی بدیاں ہیں لیکن ان کا مرتکب کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا اس لیے کہ ایسی حالت میں جبکہ اسے بدی کا علم تام ہو اور اُس کے ارتکاب کے وقت باوجود جوش کے بھی

اسے یاد ہو۔ لیکن پھر بھی جوش غالب آجاتا ہے۔ تو یہ

ایک بیماری کا نتیجہ ہے

ایسے لوگوں کا علاج روحانی مصلحین نہیں کریں گے بلکہ اسے کسی ڈاکٹر کے پاس بھیجنا پڑے گا جو اس فعل کے صادر کرنے والے اعصاب پر کسی عمل سے اسکا انسداد کرے گا۔ پس گناہوں کے ارتکاب اور انسے بچنے کے علاج کے طریقوں میں اس علم کے ذریعہ ایک **تغیر عظیم ہو گا** اور

بہت سی روحانی بیماریوں کا علاج ڈاکٹروں سے ہو گا۔

(۲) تزکیہ نفس کیونکر ہو

تزکیہ نفس کے لیے جو بات سب سے زیادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائی شرط کو پورا کیا جاوے اور پچھلا حساب صاف رہے اگر پچھلا حساب درست نہ ہو تو پھر آئندہ غلطیاں ہونگی۔ جیسے مثلاً حساب میں ایک جگہ غلطی ہو جاوے۔ پھر آخر تک وہ حساب غلط ہی ہوتا جائیگا اور جو نتیجہ آخر میں ہو گا وہ ضرور غلط ہو گا۔ ایسا ہی اعمال کا حساب ہے اگر پچھلی غلطیوں کی اصلاح نہ ہو تو درستی اعمال کی امید موہوم ہو جائے گی۔ اور یہ

طریق توبہ سے شروع ہوتا ہے

اور توبہ صرف زبان سے کہدینے کا نام نہیں ہے بلکہ جبتک اسمیں سات باتیں نہ پائی جاویں توبہ توبہ ہی نہیں ہوتی گویا توبہ کی تکمیل کے لیے سات امور ضروری ہیں اور وہ یہ ہیں

اوّل انسان اپنے پچھلے گناہوں پر ندامت پیدا کرے یعنی پچھلے گناہوں پر غور کر کے اپنے اندر شرمندہ ہو اور ان پر نادم ہو

دوم آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد اور عزم بالجزم کرے اور اس عہد میں اسکی نیت خالص ہو یعنی فی الحقیقت وہ ترک معصیت کا عہد کرے۔ یہ ایک جدا امر ہے کہ اس عہد اور عزم میں کوئی نقص پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک اسکی نیت کا تعلق ہے پکا ارادہ کرے کہ آئندہ ان گناہوں کو ترک کر دونگا۔

سوم پچھلے گناہوں میں سے جسکا ازالہ کر سکتا ہے اسکا ازالہ کرے۔

چہارم علاوہ ازالہ کے عفو طلب کرے یعنی اگر کسی شخص کو اسنے کوئی دکھ دیا ہے تو اس دکھ کو دور کرے۔ کوئی نقصان پہنچایا ہے تو تلافی کر دے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس سے معافی چاہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے گناہوں کے ازالہ کی ضرورت نہیں جنکی ستاری ہو چکی ہے انکے لیے یہی ضروری ہوتا ہے کہ ندامت پیدا کرے اور پھر آئندہ کامل ترک کا عہد کرے۔

پنجم۔ جن لوگوں کو اسکے کسی فعل سے نقصان پہنچا ہے یہ اگر اسکا ازالہ اور تلافی کر سکتا ہے تو کرے اور عفو بھی طلب کرے اور ممکن ہو تو کچھ نہ کچھ **احسان کرے** یہ احسان دعا سے بھی ہو سکتا ہے بلکہ بعض اوقات ازالہ بھی دعا سے کر سکتا ہے۔

ششم پچھلے فرائض جو رہ چکے ہیں جنکو ادا کر سکتا ہے فوراً ادا کرے اس سے یہ مطلب ہے کہ جسوقت وہ توبہ کیلیے تیار ہو اسوقت جو فرض رہ گیا ہو اور اس کے ادا کرنے کا وقت ہو فوراً ادا کرلے۔

ہفتم اپنے نفس کو نیکی کی طرف رغبت دلائے اور دلمیں نیک باتوں کو داخل کرنے کی کوشش کرے۔

(۳)

حصول تقویٰ کے طریق

توبہ کے بعد آئندہ نیک اعمال کرنیکے لیے کن امور کی ضرورت ہے؟

وہی امور ہیں جو حصول تقویٰ کے لیے ضروری ہیں کیونکہ تقویٰ ان اعمال کے نتیجہ کا نام ہے جب اعمال میں یہ امور مدنظر ہوتے ہیں بلکہ ان امور کے ساتھ اعمال شروع ہوتے ہیں تو تقویٰ کے مدارج شروع ہو جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

اوّل خیالات کی پاکیزگی۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ برا خیال نہ آوے۔ خیالات کی رو انسان کے اختیار میں نہیں۔ خیالات ایک صداقت اور حقیقی چیز ہیں۔ انھیں کبھی فضول نہ سمجھو۔ خیالات ہی جو ہم دنیا میں بڑے بڑے تغیرات پیدا کرنے کا

54

سوجب ہوا ہے پس خیالات کی پاکیزگی سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ کبھی کوئی برا خیال نہ آوے بلکہ اس سے یہ مطلب ہے کہ

جب برا خیال آوے اسکو دل سے نکال دو

یاد رکھو ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم اللہ

دوم - ہر نیکی کے عمل کے لیے اور ہر بدی سے بچنے کے لیے صحیح طریق معلوم کر کے اسپر عمل کرو اور عمل کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھو اسکی طرف ہی قرآن مجید میں اشارہ ہے انوا البیوت من ابوابھا یعنی گھروں میں انکے دروازہ کے راستہ سے آؤ کا مطلب یہی ہے کہ جو **صحیح طریق** ہے اسے اختیار کرو -

سوم انسان کو چاہیے کہ اپنے **اعمال حسنہ** کا تکرار کرے یہ نہیں کہ ایک مرتبہ کوئی نیک عمل کیا پھر ترک کر دیا نہیں بلکہ بار بار ہر نیکی کے لیے قدم اٹھاؤ - جس طرح پر ظاہری تعلیم میں تکرار ضروری چیز ہے بغیر اسکے ظاہری تعلیم کی تکمیل نہیں ہو سکتی اسیطرح **اعمال حسنہ** جو انسان کی روحانی تعلیم و تربیت کا ذریعہ ہیں قائم نہیں رہ سکتے جب تک انمیں تکرار نہ ہو -

چہارم پہلے ہی دن پوری شرائط سے عمل کرو -

پنجم صرف تکرار ہی کافی نہیں بلکہ **اعمال حسنہ** پر دوام ہو واعبد ربک حتی یاتیک الیقین

ششم - **اعمال حسنہ** کے لیے معلم کی ضرورت ہے اور اسی لیے قرآن مجید نے یہ ہدایت کی کہ صحبت صادقین ضروری ہے چنانچہ فرمایا یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین

ہفتم - جو نہایت اہم ہے وہ محاسبہ ہے اس لیے اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور یہ اولی اعمال میں سے ہے جسکا کرنا روزانہ ضروری ہے

(باقی پھر انشاء اللہ تعالی)

شرائط مباحثہ و مناظرہ کے متعلق

نہایت ضروری اعلان!

نہایت رنج اور افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ بعض مقامات کے لوگ خود بخود مباحثہ اور مناظرہ کے ایسے شرائط تجویز کر لیتے ہیں - جو نہ صرف خلاف علم و عقل ہوتے ہیں - بلکہ اسلام پر بھی اُن سے سخت زد پڑتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کی اس قسم کی تجویز کردہ شرائط کا بوجھ علماء کے سلسلہ پر پڑے یہ ایک نہایت خطرناک جرأت ہے جس سے ہمارے جماعت کے ہر ایک فرد کو بچنا چاہیے - اور کسی مباحثہ یا مناظرہ کے شرائط اپنے طور پر طے کرنا نہیں چاہییں کیونکہ اس قسم کے معاملات کو منتظمین مرکز ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں - دوسروں کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے - کہ اپنے طور پر خلاف شریعت شرائط طے کر کے ان کا پابند علماء کو قرار دیں -

حال میں ایک مقام پر اسی قسم کی حرکت سرزد ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالی بنصرہ نے جو خط لکھا ہے وہ ذیل میں اس لیے درج کیا جاتا ہے کہ آئندہ کے لیے تمام لوگ محتاط رہیں - اس قسم کے حرکات سے اپنے آپ کو گنہگار نہ بنائیں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالی کا یہ خط ہے

آپ کیطرف سے شرائط مباحثہ ملے - قرآن کریم میں اللہ تعالے فرماتا ہے - فیصلہ خدا کا منظور ہو سکتا ہے - نہ کسی اور کا - فروعات میں تو غیر شخص فیصلہ کر سکتا ہے - لیکن ایمانی اور اصولی معاملات میں کسی شخص کا فیصلہ ہرگز مانا نہیں جا سکتا نہ میں ایک منٹ کیلیے کسی ایسے مباحثہ کا خیال اپنے دل میں آنے دے سکتا ہوں - حضرت مسیح موعود نے صرف فروعی امور میں ایسے فیصلوں کو تسلیم کیا ہے اصولی معاملہ میں کبھی اپنے دعوے یا اسلام کی صداقت کیلیے حکم تسلیم نہیں کیا - پس ایسے ایمانی معاملہ میں ایک منٹ کیلیے بھی میں ایسی شرط کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں - اگر سب کا سب جماعت احمدیہ دنیا کے ہر ایک فرقہ کی ایسی امر پر مرتد ہونے کے لیے تیار (خدانخواستہ) تو میں ایسے ارتداد کو نہایت فراخ دلی اور خوشی سے قبول کر لونگا مگر مسیح موعود کی صداقت یا اسلام کی حقانیت کے متعلق زید اور بکر کی رائے کو حکم ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں گا اور ہرگز نہیں ہوں گا - آپ لوگوں نے غلطی کیا ہے اور سخت گناہ کیا ہے - بلکہ اپنے ایمانوں پر اپنے ہاتھوں سے تبر چلایا ہے -

خاکسار میرزا محمود احمد

دارالامان کا ہفتہ

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کی صحت الحمدللہ یوماً فیوماً ترقی کر رہی ہے۔ خاندان نبوۃ میں بھی ہر طرح خیر و عافیت ہے۔

(۲) ۴ و ۵ اپریل کو قادیان میں ڈی۔ اے۔ وی سکول کھولنے کے لیے آریہ سماج نے ایک اعلان کیا۔ پہلے جلسہ کا اعلان ۶ راپریل ۱۹۱۹ء تک کا کیا گیا تھا لیکن ۶ اپریل کو ماتمی دن قرار دیا گیا تھا۔ ۵ اپریل کو کارروائی ختم ہوگئی۔ قادیان میں آریوں کا پہلے بھی ایک سکول بن کر ٹوٹ چکا ہے اس کے کھنڈروں پر اس سکول کی بنیادیں اٹھائی گئی ہیں۔ ہم قادیان میں جس قدر بھی تعلیمی ترقی ہو اسے مبارک سمجھتے ہیں۔ اسلیے کہ قادیان کی ترقی کی تہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا راز ہے۔ جسقدر لوگ باہر سے آئیں گے اور جس قدر قادیان ترقی کریگا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا ہوگا۔ اگر یہ ترقی ہمارے مذہبی مخالفوں کے ہاتھ سے ہو تو اور بھی اچھی ہے۔

(۳) ۶ راپریل کو یہاں بھی ماتمی دن منانے کے لیے بعض نوجوانوں میں اس قسم کے خیالات تھے اور اندیشہ تھا کہ کسی صورت میں یہ لوگ اپنے دوسرے بھائیوں سے کم نہ رہیں گے لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ ایسی بے سود تحریکات کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اور انھیں ملک کے لیے غیر مفید سمجھتا ہے اسلیے جب ان لوگوں نے دیکھا کہ احمدی جماعت اس میں شریک نہیں ہوگی تو انکے حوصلے پست ہوگئے۔ اسی طرح یہ ہوا کہ بٹالہ کے مدبر اور اپنے فرض منصبی کو نہایت تندہی و ہوشیاری سے ادا کرنیوالے سب انسپکٹر صاحب سید دلاور علی شاہ صاحب بھی جلسہ پر تشریف لائے ہوئے تھے انھیں جب معلوم ہوا کہ ۶ راپریل کو بازار میں غالباً ہڑتال ہو جائے گی تو انھوں نے اور ایک دن کے لیے ٹھہرنا پسند کیا۔ انکے حسن انتظام اور اخلاق کا یہ بہترین نتیجہ ہو کہ یہاں جن لوگوں کو یہ خیال تھا بھی ... کی ہو ... وہ بھی بجز تھوڑی سی نمائش کے کر سکے پہلے دو چار دکانیں بند ہوئیں پھر کھولدی گئیں اور ان پر چھوٹے بچے بٹھا دیئے گئے لیکن بہت ہی جلد جبکہ سارے بازار میں کاروبار جاری تھا انہیں بھی جاری ہوگیا اور اسطرح یہاں یہ دن نہایت امن اور آرام سے گذر گیا۔

(۴) سلسلہ عالیہ احمدیہ کے امام کی ہدایت کے ماتحت احمدی جماعت کو قبل از وقت ضروری ہدایات جاری کردی گئی تھیں کہ سلسلہ کی مذہبی خصوصیت اور تعلیم انھیں ایسی تحریکوں میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ اسلیے احمدی جماعت کسی مقام پر بھی اس قسم کی تحریک میں شریک نہیں ہوئی۔ یہ سلسلہ کے امام کی زبردست روحانی قوت کا بیّن ثبوت ہے۔

(۵) حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور شیخ محمود احمد خلف ایڈیٹر الحکم تبلیغ سلسلہ کے لیے ۶ راپریل ۱۹۱۹ء کو خدا کے فضل اور رحم سے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس مبارک اور نیک کام میں اخلاص کے ساتھ کامیاب فرماوے۔ آمین۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

انی مع الرسول اقوم
ان نصر اللہ قریب
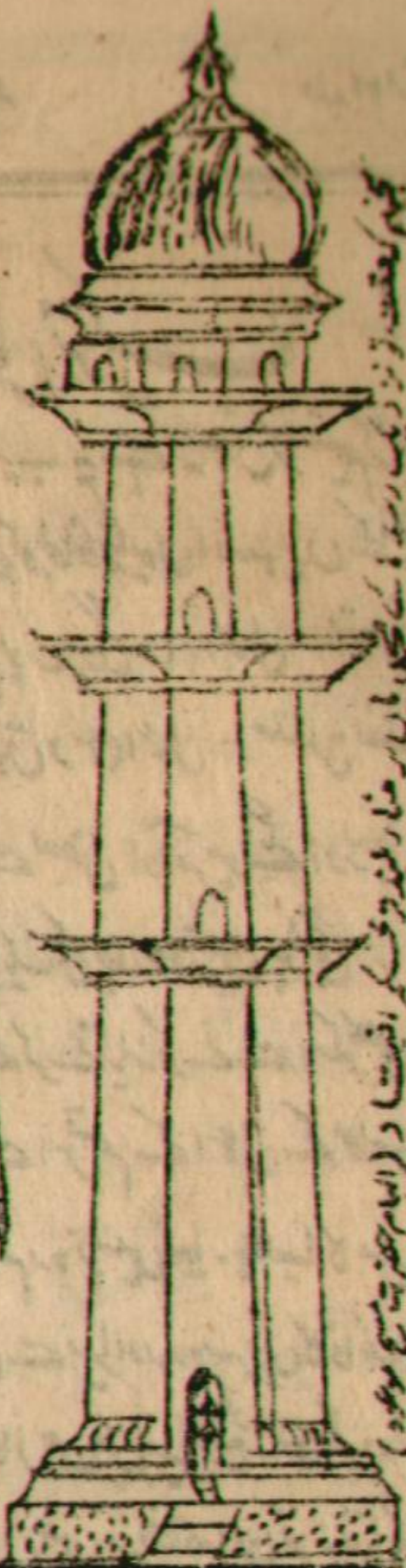
قیمت سالانہ عام صرف
پانچ روپیہ

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

جلد ۲۱	قادیان دارالامان مورخہ ۷/۱۴ اپریل ۱۹۱۹ء	نمبر ۱۳/۱۴

عرفان الٰہی کے حصول کے ذرائع

گذشتہ اشاعت سے آگے

(۴) محاسبہ کیونکر کرنا چاہیئے؟

محاسبہ احکام شریعت میں سے ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ یہ حدیث نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قبل اسکے کہ تم محاسبہ کیے جاؤ اپنا محاسبہ کرو۔ محاسبہ اعمال کی دو قسمیں ہیں ایک محاسبہ اجزائے اعمال کے متعلق ہے یعنی ہر ایک عمل کا محاسبہ اور ایک محاسبہ یعنے زندگی کے تمام اعمال کے متعلق ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے پہلی قسم محاسبہ اعمال جزوی اور دوسری کا نام محاسبہ اعمال کلی ہوگا۔ پہلی قسم اعمال کو درست کرتی ہے۔ اور دوسری قسم اعمال کو صیقل کرتی ہے اور النفس جلا دیتی ہے۔

پھر

عمل کے متعلق محاسبہ کی تین قسمیں ہیں (۱) محاسبہ ابتدائی (۲) محاسبہ وسطی (۳) آخری محاسبہ کی ان اقسام کے متعلق فرمایا کہ یہ علم جو مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے دیا ہے

(الحکم احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و پبلشر و پروپرائٹر طبع ہو کر شائع ہوا)